☆ڈاکٹر مظہر معین

دکتر علی شریعتی

شخصیت و تصانیف

مفکر ایران ڈاکٹر علی شریعتی ۱۹۳۳ء میں مازنان نامی گاؤں میں پیدا ہوئے جو ایران کے مشرقی حصے کے ریگستانی علاقہ (کاویر) میں واقع ہے- وہ ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جس نے کئی نسلوں تک مذہبی علوم کی آبیاری کی تھی- ان کے والد کا نام محمد تقی شریعتی ہے جن کی شخصیت نے علی پر بڑا گہرا اثر ڈالا- علی شریعتی ابتدائی عمر ہی میں اپنا آبائی گاؤں چھوڑ کر مشہد منتقل ہو گئے جہاں ان کے والد نے مذہبی علوم پڑھانے کی ذمہ داری سنبھالی- انہوں نے اپنے والد کی زیر نگرانی وہاں اپنی تعلیم جاری رکھی اور مشہد کے دیگر مذہبی رہنماؤں سے بھی تعلیم حاصل کی-

علی شریعتی نے بڑے ابتدائی مراحل ہی میں روایتی ماحول سے آگے بڑھنے میں دلچسپی ظاہر کی- اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے علم و تقوی کی جو مضبوط بنیاد انہیں میسر آئی تھی، اسی بنیاد پر انہوں نے نئی جہتوں میں سفر کا آغاز کیا اور اپنے لئے نئی دلچسپیاں مہیا کرتے رہے- ان کی ان دلچسپیوں اور مشاغل کا پہلا ثمر عرب مصنف جودہ السحار کی کتاب "ابوذر غفاری" کا عربی سے فارسی میں ترجمہ ہے- اس وقت وہ اپنی عمر کے محض دوسرے عشرے میں تھے-

علی شریعتی نے بعد ازاں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے مشہد کے "کلیہ تربیت معلمین" (Teachers' Training College) میں داخلہ لیا- یہاں بھی وہ اپنے آپ کو روایتی علوم کے حصول تک محدود نہ رکھ پائے، بلکہ وسیع پیمانے پر مطالعہ نیز فرانسیسی اور دیگر مغربی زبانوں کا علم حاصل کرنا شروع کر دیا اور اپنی کلاس میں سب پر سبقت لیتے ہوئے تعلیم کا اختتام کیا- پھر انہیں حکومت کی جانب سے ایک خاص مدت تک تعلیم حاصل کرنے کے لئے وظیفہ پر فرانس بھیج دیا- اس

☆استاذ، کلیہ شرقیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، پاکستان-

دورکوان کی زندگی کا دور تکوین وتشکیل قرار دیا جاسکتا ہے- پیرس میں انہوں نے کل پانچ سال تک قیام کیا۔ اس دوران میں انہوں نے نہ صرف "علم الاجتماع" (Sociology) میں اپنی باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا، بلکہ مختلف النوع نابغہ (Intellectual) اور سیاسی حلقوں کے ایک وسیع دائرہ سے بھی رابطہ استوار کیا- مثال کے طور پر ان کے الجزائر کے محاذ آزادی کے کئی جلاوطن رہنماؤں کے ساتھ انتہائی قریبی روابط تھے- علی شریعتی نے ان کے فرانسیسی زبان میں شائع کئے جانے والے آرگن میں کئی مضامین بھی لکھے- نیز الجزائری انقلاب کے قائدین سے اپنے روابط ہی کے ضمن میں انہوں نے فرانز فانن (Franz Fanon) کے علمی کاموں سے واقفیت حاصل کی جو موریطانیہ میں پیدا ہوئے تھے اور انقلاب الجزائر کے حامی نیز اس میں حصہ لینے والوں میں شامل تھے- چنانچہ ان سے علی شریعتی نے "ثقافتی یلغار" اور "سامراج کی زیادتیوں کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات" جیسے افکار اخذ کئے- نیز پہلی مرتبہ فارسی زبان میں انکی کتب سے کئی اقتباسات ترجمہ کر کے ان کے علمی کارناموں سے ایرانیوں کی دلچسپی کی شمع فروزاں کی جواب تک ایران میں روشن وتابندہ ہے اور فانن کی زیادہ تر تصانیف کا فارسی میں ترجمہ ہو چکا ہے-

انقلاب الجزائر کے رہنماؤں سے ان روابط کے علاوہ بھی ڈاکٹر علی شریعتی نے نوآبادیاتی نظام کے خلاف میدان عمل میں جدوجہد کرنے والے فرانس میں موجود اصحاب نیز مختلف مفکرین سے بڑے پیمانے پر روابط استوار کر لئے تھے- انہوں نے وحدت فکر وعمل میں نہ صرف نظری بلکہ عملی دلچسپی بھی ظاہر کی۔ یعنی ایران اور باقی عالم اسلام کے درمیان وحدت واتحاد اور اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے عمومی طور پر افریقہ اور تیسری دنیا کے ساتھ اتحاد و یگانگت- جہاں تک ان کے خالص فکری (Intellectual) اور علمی روابط کا تعلق ہے' ان کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ جب وہ فرانس میں تھے تو انہوں نے فرانسیسی مستشرق لوئیس ماسینان (Louis Massignan) کے زیر نگرانی علمی کام کیا اور ان سے ذاتی روابط استوار کئے- نیز اس زمانے میں یورپی معاشریات کے تمام بڑے بڑے مفکرین اور نظریاتی رہنماؤں سے ان کا رابطہ قائم رہا- انہوں نے مارکسزم کا بھی گہرا اور منظم مطالعہ کیا- یہ مطالعہ دو لحاظ سے بڑا اہم ہے- اولاً اس مطالعہ نے انہیں اس قابل بنایا کہ محض خوف و مفروضات کی بنا پر نہیں، بلکہ معلومات کی اساس پر مارکسزم کا تنقیدی جائزہ لیں- ثانیاً اس کا انداز ایسا

ہے جیسا کہ کسی فریق مقابل سے بحث ومباحثہ اور مکالمہ میں ہوتا ہے- مارکسزم کے ساتھ اس بحث مباحثہ اور مکالمہ نے علی شریعتی کی فکر نیز ان کے علمی کاموں پر ایک خاص نقش ثبت کر دیا ہے۔ اس لحاظ سے نہیں کہ انہوں نے مارکسزم کے بعض نظریات کو جذب کر لیا ہو' بلکہ اس لحاظ سے کہ انہوں نے مارکسزم کے سامنے کے محاذ کے بعض مسائل سے نبرد آزما ہوتے ہوئے وہ نقطہ نظر اختیار کیا ہے، تا کہ انہیں پوری طرح رد کرنے کے قابل ہو سکیں-

فرانس میں عرب و افریقی رہنماؤں نیز فرانس کی حیات فکری کے قائدین کے ساتھ ان گونا گوں روابط کے علاوہ علی شریعتی ایران کی جلاوطن سیاست میں بھی بہت زیادہ سرگرم وملوث تھے- ایران چھوڑنے سے پہلے وہ "خوف خدا رکھنے والے سوشلسٹ" (God - fearing Socialists) نامی تحریک میں ایک حد تک شریک تھے- جو ۳۰ اگست ۱۹۵۳ء کی امریکی فوجی بغاوت کے بعد شاہ کے اقتدار کی مخالف تنظیموں میں سے ایک بڑی تنظیم تھی- تنظیم کے نام میں لفظ "سوشلسٹ" کی شمولیت کو اس بات کے ثبوت کے طور پر دیکھا جانا چاہئے کہ عرب دنیا میں اس وقت پائے جانے والے "اسلامی سوشلزم" کے بعض نظریات ایران کے لئے بھی باعث کشش تھے-

فرانس میں اپنی تعلیم کے اختتام پر علی شریعتی ایران لوٹے تو انہیں ترکی سے سرحد عبور کر کے ایران کی سرزمین میں داخل ہوتے ہی فوراً گرفتار کر لیا گیا- انہیں ان کے اہل خانہ سے جدا کر دیا گیا- حتی کہ انہیں اپنے والد سے ملاقات کا موقع بھی نہ دیا گیا- یہ ۱۹۶۴ء کی بات ہے- اس اولین گرفتاری نے یہ واضح طور پر ظاہر کر دیا کہ حکومت کی ناراضگی کی وجہ محض ان کی بیرون ملک سیاسی سرگرمیاں نہ تھیں' جو امریکہ اور یورپ میں مقیم ایرانی طلبہ کے سلسلے میں کوئی غیر معمولی بات نہ تھی' بلکہ اسکی وجہ وہ قائدانہ کردار تھا جس کا انہوں نے مظاہرہ کیا تھا- نیز جس کا سبب اپنی سوچ اور عمل کو وہ نابغانہ فکری رخ دینا تھا جو بیرون ملک ایرانی حزب مخالف میں رائج شدہ معمول کے احتجاج' مظاہروں اور نعرہ بازی سے کہیں ماورا تھا-

جیل سے رہا ہونے کے بعد علی شریعتی کو اپنی قابلیت اور تعلیمی اہلیت سے مطابقت رکھنے والے کسی تدریسی منصب کے حصول سے روک دیا گیا اور انہیں صرف مختلف ثانوی مدارس میں بحیثیت استاد نیز بعد ازاں "زرعی کالج" (Agricultural College) میں آرٹس کے بعض مضامین

پڑھانے کی اجازت دی گئی- اس کام میں ایک عرصہ گزارنے کے بعد یا تو کسی انتظامی غلطی کی بناء پر یا کسی اور وجہ سے انہیں "مشہد یونیورسٹی" کے "شعبہ علم الاجتماع" (Sociology) میں ایک تدریسی آسامی کے حصول کا موقع مل گیا- جہاں انہوں نے خاموشی سے بہت بڑا حلقہ ارادت مندان پیدا کرلیا- یہاں تک کہ ان کی کلاسوں میں صرف ان کے شعبہ کے طلبہ ہی شرکت نہ کرتے تھے' بلکہ جامعہ کے دوسرے شعبوں سے بھی طلبہ شریک ہو جاتے تھے- جس کی وجہ وہ اسلوب اور طریق کار تھا جو انہوں نے اپنی تدریس میں اپنایا- زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ علی شریعتی پر یونیورسٹی چھوڑ دینے کے لئے دباؤ ڈالا گیا تاکہ ان کے اثرات کی روک تھام کی جا سکے- مگر اس کے نتیجہ میں حالات نے ایک نیا رخ اختیار کرلیا- کسی بھی نوعیت کے باقاعدہ تعلیمی تقرر سے محروم کر دیئے جانے کے بعد انہوں نے ملک بھر کے مختلف تعلیمی اداروں میں بڑی تعداد میں لیکچر دینے کا سلسلہ شروع کر دیا- انہیں ایران بھر کے مختلف کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طلبہ کی جانب سے مدعو کئے جانے کا سلسلہ جاری رہا- اور اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنی سرگرمیوں کا مرکز تہران میں "حسینیہ ارشاد" (رہنمائی کرنے والا امام باڑہ) نامی مذہبی تعلیم کے ادارے کو بنالیا- ڈاکٹر علی شریعتی کے اہم لیکچرز زیادہ تر اسی ادارے میں دیئے گئے- یہاں بھی لوگوں کی بڑی تعداد ان کے لیکچر سننے کے لئے جمع ہوتی تھی- ان لیکچروں میں وہ اپنے خیالات اور فلسفہ و افکار کو پیش کرتے- علاوہ ازیں وہ لیکچر دینے کے لئے ملک بھر میں دورے بھی کرتے رہتے تھے- ان لیکچروں میں سے بہت سے ریکارڈ کر لئے جاتے اور پھر ٹیپ ریکارڈر سے انہیں صفحہ قرطاس پر منتقل کر کے کتابی صورت میں پھیلا دیا جاتا-

"حسینیہ ارشاد" کو بالآخر حکومت نے بند کر دیا اور ڈاکٹر علی شریعتی کو گرفتار کر کے اذیت کا نشانہ بنایا- جب انہیں رہا کیا گیا تو بین السطور یہ بات تھی کہ وہ ملک چھوڑ جائیں گے- ان کی رہائی کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ان کے علم میں لائے بغیر تہران کے ایک بڑے روزنامے میں مارکسزم پر ان کے تنقیدی کام کو سلسلہ وار مضامین کی صورت میں شائع کرنے کا آغاز کر دیا گیا- جس کا انگریزی ترجمہ "مارکسزم اور دیگر باطل مغربی افکار" ﴿Marxism and other Western Fallacies﴾ کے نام سے چھپ چکا ہے- اگرچہ ان لیکچروں کا متن تو تقریباً اصل کے مطابق ہی تھا' مگر جن حالات اور جس پس منظر میں انہیں شائع کیا گیا' ان سے یہ تاثر دینا مقصود تھا کہ علی شریعتی نے حکومت سے

مصالحت کر لی ہے- ڈاکٹر علی شریعتی نے اس پر صدائے احتجاج بلند کی اور قانونی امداد بھی چاہی مگر بے سود- پھر انہیں ترک وطن پر مجبور کر دیا گیا- انہوں نے اپنے اہل خانہ کو اس امید پر وہیں چھوڑ دیا کہ ان کے چلے جانے کے بعد وہ بھی جلد ہی ان کے پاس پہنچ جائیں گے- علی شریعتی انگلستان آ گئے اور جولائی ۱۹۷۷ء میں پراسرار حالت میں انتقال کر گئے- اس سلسلے میں یقین کی حد تک اس شبہ کا اظہار کیا جاتا ہے کہ انہیں ایران کی سیکورٹی پولیس نے قتل کر دیا-(1)

ڈاکٹر علی شریعتی جن جدید مسلم مفکرین سے بہت متاثر تھے' ان میں سید جمال الدین افغانی' (م ۱۸۹۷ء) شیخ محمد عبدہٗ (م ۱۹۰۵ء) علامہ محمد اقبال (م ۱۹۳۸ء) اور سید قطب (م ۱۹۶۶ء) سرفہرست ہیں- انہیں ان کی زندگی ہی میں "عاشق اقبال" اور "سید قطب ایران" جیسے القاب سے یاد کیا جانے لگا- ان کے افکار و خدمات پر تفصیلی کلام کے لئے ایک مستقل بالذات کتاب لکھنے کی فرصت درکار ہے- تاہم اختصار کے ساتھ چند سطروں میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ انہوں نے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے والی ایران کی نئی نسل کی غالب اکثریت کو مادی نظریات سے ہٹا کر ایرانی پس منظر میں اسلام کو ان کے قلب و دماغ کا مرکز و محور بنا دیا- انہوں نے مغربی تعلیم یافتہ نوجوانوں کی بڑی تعداد کو ایرانی انقلاب کا پر جوش کارکن اور علمبردار بنایا- نیز اتحاد اسلامی کے اس سلسلہ کو اپنے مخصوص مذہبی و قومی تناظر میں آگے بڑھایا جس کا پرچم سید جمال الدین افغانی' شیخ محمد عبدہ اور علامہ محمد اقبال جیسے ابنائے امت نے بلند کیا تھا- اقبال سے علی کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا- اس کا اندازہ ان لیکچروں سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جو تہران میں انہوں نے "حسینیہ ارشاد" میں دیئے اور جو "ما و اقبال" نامی کتاب کی صورت میں چھپ چکے ہیں-

مفکر ایران ڈاکٹر علی شریعتی علامہ اقبال کے بارے میں "ما و اقبال" میں فرماتے ہیں:-

"ازمیان همه شعرای امروز شیعی' بزرگترین اثر' عالی ترین اثر' هم از لحاظ فکر' هم از لحاظ شدت اخلاص' هم از لحاظ منطق' هم از لحاظ اثر ادبی' دیوان و شعر اقبال است. درباره خانواده پیغمبر اخلاص او را همیں بس که در جامعه سنی مذهب است و ستایش گر خاندان پیغمبر درداردو زبان است و سراینده بهترین مدح ها درباره

ائمه شیعه به فارسی۔" (۲)

ترجمہ :۔ دور جدید کے تمام شیعہ شعراء کے درمیان فکری لحاظ سے اور شدت اخلاص کے لحاظ سے نیز منطق واثر ادبی کے حوالے سے بھی عظیم ترین و عالی ترین شاہکار دیوان وشعر اقبال ہے۔ خاندان پیغمبر کے بارے میں اقبال کے اخلاص کی یہی دلیل کافی ہے کہ وہ ایک سنی العقیدہ معاشرہ کا فرد ہوتے ہوئے اردو زبان میں مدح خوان خاندان پیغمبر ہے۔ نیز فارسی میں ائمہ شیعہ کی تعریف میں بہترین نظمیں کہنے والا ہے۔

ڈاکٹر علی شریعتی بنیادی طور پر ایک مذہبی مفکر ہیں۔ مشرق و مغرب میں مذہبی ولادینی اداروں میں تعلیم وتربیت حاصل کرنے کی وجہ سے ان کی ذات میں قدیم و جدید اور مشرق و مغرب کا امتزاج ظاہر ہوا۔ وہ ایک ایسی شخصیت ہیں جو مذہبی حمیت وعلوم اور فکر وعمل کی حامل ہونے کے ساتھ ساتھ جدید طرز تحقیق وتنقید اور غیر جذباتی غور وفکر کی بھی آئینہ دار ہے۔ انہوں نے "سنی۔ اثنا عشری" اور "شیعہ۔سنی" تاریخی واعتقادی مسائل میں بھی حتی الامکان حقیقت پسندانہ روش اختیار کرنے کی کوشش کی جو انتہا پسندانہ صفوی روایات پر مبنی تشیع کے مقابلے میں افہام وتفہیم اور اختلافات کا دائرہ محدود تر کرنے میں معاون ثابت ہوئی۔ علی شریعتی نے صفوی دور کو دور ملوکیت قرار دیتے ہوئے "صفوی تشیع" کے مقابلے میں "علوی تشیع" کی اصطلاح رائج کی اور عصر جدید میں تشیع کی ظاہری رسومات کو ان کی موجودہ صورت میں بے روح اور غیر مؤثر قرار دیتے ہوئے اس فکر وفلسفہ کے احیاء کی تلقین کی ہے جو ان کی رائے میں "حسینیت" کی اصل روح وفلسفہ ہے۔ یعنی طاغوت کے خلاف احتجاج مسلسل اور ظلم وناانصافی کے خلاف جہاد مظلومان۔ تا کہ عدل وانصاف کا دور دورہ ہو۔ انہوں نے صفویوں کے دور میں جبر وتشدد کے ذریعے لوگوں کو ایک مخصوص مسلک اختیار کرنے پر مجبور کرنے کی صفوی روایت کی مذمت کرتے ہوئے اسے شیعہ روایت سے انحراف قرار دیا۔ چنانچہ شریعتی نے حقیقی شیعہ فکر کی تجدید کی بڑی حد تک کامیاب کوشش کی۔ "سنی۔ اثنا عشری" اختلافات کو کم کرنے کے سلسلے میں علی شریعتی کی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر حامد الگر (الجار) فرماتے ہیں:۔

"Also important in Dr. Shariati's view of Shia school was his attempt to interpret it in such a way as not to exaggerate and enlarge the inevitable

differences between Shi'ah and Sunni Muslims".(3)

ترجمہ:-ڈاکٹر شریعتی کے شیعی مکتب فکر کے بارے میں نقطہ نظر کے حوالے سے یہ بات بھی اہم ہے کہ انہوں نے شیعہ مذہب کی ایسی تشریحات کرنے کی کوشش کی جو شیعہ اور سنی مسلمانوں کے درمیان موجود حقیقی اختلافات عقائد کو بڑھا چڑھا کر پیش نہ کریں۔

چنانچہ علی شریعتی نے اپنی معروف تصنیف "فاطمہ فاطمہ است" میں سیدہ فاطمہؓ سے پہلے اولاد رسولؐ میں سے سیدہ زینبؓ و رقیہؓ و ام کلثومؓ و قاسمؓ و عبداللہؓ کی ولادت کا ذکر بھی بڑے مؤثر انداز میں فرمایا ہے:۔

"همه در انتظار اند تا ازیں خانه پسرانی برومند بیرون آیند و به خاندان عبدالمطلب و خانواده محمد قدرت و اعتبار واستحکام بخشند-

فرزند نخستین دختر بود: زینب-

اماخانواده در انتظار پسراست-

دومی دختر بود: رقیه-

انتظار شدت یافت و نیاز شدید تر-

سومی: ام کلثوم-

دو پسر قاسم و عبدالله آمدند- مژده بزرگی بود- اما نه درخشیده افول کردند- واکنوں دریں خانه سه فرزند است و هرسه دختر-

مادر پیر شده است و سنش از شصت میگزرد- وپدر گرچه دخترانش را عزیز می دارد' اما با احساسات قومش و نیاز و انتظار خویشانش شریک است-

آیا خدیجه که با پایان عمر نزدیک شده است فرزندی خواهد آورد؟

امید سخت ضعیف شده است-

آری- شور و امید دریں خانه جان گرفت و التهاب به آخرین نقطه اوج رسید- ایں آخریں شانس خانواده عبدالمطلب است و آخرین امید-

اما...... بازهم دختر-

نامش را فاطمه گزاشتند-"(۴)

ترجمہ :۔سب لوگ انتظار میں ہیں کہ اس گھرانے سے آبرومند فرزند نمودار ہوں اور خاندان عبدالمطلب و خانوادہ محمدؐ کو قوت واستحکام ومعتبر مقام عطا کریں۔

پہلا بچہ پیدا ہوا تو وہ لڑکی تھی...... زینب۔

مگر خاندان کو تو بیٹے کا انتظار ہے-

دوسری مرتبہ بھی بیٹی پیدا ہوئی...... رقیہ۔

تیسری مرتبہ.................. ام کلثوم-

دو بیٹے قاسم وعبداللہ پیدا ہوئے۔ یہ بہت بڑی خوشخبری تھی۔مگر پروان چڑھے بغیر ہی وفات پا گئے۔اب اس گھرانے میں تین بچے ہیں اور تینوں ہی بیٹیاں-

ماں بوڑھی ہو چکی ہے-اس کی عمر ساٹھ سال سے آگے بڑھ رہی ہے اور باپ اگر چہ اپنی بیٹیوں کو عزیز رکھتا ہے' مگر اپنے قبیلے کے احساسات' انتظار اور توجہ میں ان کے ہمراہ شریک ہے-

آیا خدیجہ جو کہ اپنی آخری عمر کے قریب پہنچ چکی ہیں' بیٹے کو جنم دے پائیں گی؟

امید بہت کم رہ گئی ہے-

مگر ہاں-اس گھرانے میں پھر ہلچل اور امید کی کرن دکھائی دے رہی ہے اور جوش وخروش اپنے آخری نقطہ عروج تک جا پہنچا ہے-

یہ خانوادہ عبدالمطلب کے لئے آخری چانس اور آخری امید ہے-

مگر......ایک بار پھر لڑکی پیدا ہوئی -

انہوں نے اس کا نام فاطمہ رکھا-

اگر چہ "اجماع اُمت" کے مطابق سیدنا ابوبکرؓ ازروئے نص قرآنی "ثانی اثنین" "صاحب رسولؐ" اور "نبیؐ کے ہمراہ معیت الٰہی کے حامل ہیں" (ثاني اثنين إذهما في الغار إذ يقول لصاحبه لا تحزن إن الله معنا۔ التوبة:۴۰)-نیز فتح مکہ وغلبہ اسلام کے بعد

بحکم نبوی اولین امیر الحج (۹ھ) اور پھر وفات رسولؐ سے پہلے امام نماز مقرر فرمائے گئے۔ (ثانی اسلام وغار و بدر و قبر۔ اقبال)۔ مگر شورائی امامت و خلافت ابوبکرؓ (عمر بوقت خلافت: ۶۰ سال) کے حق میں سنی اکثریت کے تمام تر دلائل و براہین شرعیہ کے باوجود شیعی دلائل بحق عقیدہ امامت و خلافت منصوصہ و معصومہ کی رو سے سیدنا علیؓ (عمر بوقت وفات رسولؐ: تقریباً ۳۳ برس) ہی اول امام منصوص و معصوم اور حقدار خلافت بلا فصل تھے۔ اور یہی شیعی عقیدہ ڈکتر علی شریعتی کا بھی ہے۔ مگر اس حوالہ سے حامیان خلافت علیؓ کی (بقول شریعتی) مختصر جماعت کے مقابلے میں اکثر و بیشتر صحابہ کرامؓ کی جانب سے شورائی امامت و خلافت ابوبکر صدیقؓ کی تائید و حمایت کا تذکرہ کرتے ہوئے شریعتی ان صحابہ کبارؓ کے محاسن و مناقب کا بھی بڑے شاندار الفاظ میں اعلان و اعتراف فرماتے ہیں:-

"ابوبکر است نخستین کسیکه بیرون از خانواده پیغمبر به او گروید- یار غار او' همگام هجرت او' پدر همسر او ام المومنین- کسیکه در بیکسی و غربت پیغمبر به او دست یاری داد و همه ثروت خویش را در راه ایمان به او نابود کرد- و در مدینه چناں تهیدست شد که پیش یهودیاں پست و مردم بیگانه و حقیر مدینه کاری کرد- و کسیکه همه مردم بیست وسه سال تمام از نخستین سال بعثت تا مرگ پیغمبر او را همه جا در کنار او دیده اند-

وعمر چهلمیں کسیکه در مخفی گاه پیغمبر خانه ارقم بن ابی ارقم به او گروید- وبا پیوستن او و حمزه به جمع اندك و ضعیف یاران نخستین پیغمبر مسلماناں نیرو گرفتند و آشکار شدند- واز آن هنگام همه نیروئی خویش وقف پیشرفت ایں نهضت کرد- واز نزدیکترین یاران پیا مبر و برجسته ترین مهاجران بود- و مردم او راکه پدر حفصه ام المومنین نیز بود از رهبران بزرگ و اصحاب کبار رسول خدا می دانستند-

وعثمان مهاجر ذو هجرتین اسلام است و داماد ذوالنورین پیغمبر- مرد باحشمت و تقدس مآب به دو خانواده قریش- و کسیکه باثروت بسیارش در جمع یاران فقیر پیغمبر در امور خیر کمکهای مؤثر

کرده است درمیان توده مردم به عنوان یکی از اصحاب قدیم و مهاجران بزرگ و دوستان و خویشان نزدیک پیغمبر در او مینگرند-

و خالد بن ولید که در جهاد با دشمنان اسلام قهرمانیها کرد و در موته که سربازی ساده بود' نه شمشیر بر سر رومیان شکست و "سیف الله" لقب داشت-

وعمرو عاص یکی از چهار نابغه معروف عرب که سالها سال به مسلمین پیوسته و در مرزهای شمال به قدرت امبراطور روم ضرب شست اسلام نشان داده است-

وسعد بن ابی وقاص نخستین کسی که در اسلام تیری به روی دشمن رها کرده و مسلمانان را از مرحله دفاعی بدر آورده و حالت حمله را به دشمن اعلام کرده است- و در احد با تیرباران دقیق و زبردستانه اش از جان پیغمبر که سخت به خطر افتاده بود و تنها مانده بود دفاعی کرده بود که پیغمبر با تعبیر ویژه او را ستائش کرد-

و دیگران و دیگران وسپس تائید مهاجران بزرگ و انصار بزرگ و همه سران و سرداران و پیشگامان اسلام و نزدیکترین یاران و همگامان پیغمبر-(۵)

ترجمہ:۔ ابوبکر خاندان پیغمبر سے باہر کی پہلی شخصیت ہیں جو آپ پر ایمان لائی- آپ کے یارغار٬ رفیق ہجرت٬ آپ کی شریک حیات ام المومنین (عائشہؓ) کے والد- وہ ہستی جس نے پیغمبر کی بے کسی وغریب الوطنی کے زمانہ میں انہیں دوستی کا ہاتھ دیا اور اپنی تمام دولت وثروت کو آپ پر ایمان لانے کی راہ میں خرچ کر دیا- اور مدینہ میں اتنے تہی دست ہو گئے کہ مدینہ کے یہودیان پست اور مردم بیگانہ وحقیر کے ہاں اجرت پر کام کرتے رہے- وہ شخصیت جسے لوگوں نے بعثت کے اولین سال سے وفات پیغمبر تک تیس برس ہر مقام پر پیغمبر کے شانہ بشانہ پایا ہے-

اور عمر چالیسویں فرد ہیں جو مخفی گاہ پیغمبر خانہ ارقم بن ابی ارقم میں اسلام سے وابستہ ہوئے- ان کے اور حمزہ کے اصحاب پیغمبر کی ابتدائی مٹھی بھر کمزور جماعت میں شامل ہونے سے مسلمانوں کو

تقویت ملی اور وہ کھلم کھلا سامنے آ گئے- اس وقت سے عمر نے اپنی تمام تر قوت اس تحریک کی ترقی کے لئے وقف کر دی- آپ پیغمبر کے قریب ترین دوستوں اور برجستہ ترین مہاجرین میں سے تھے- نیز ام المومنین حفصہ کے والد بھی تھے- چنانچہ لوگ آپ کو رسول خدا کے اصحاب کبار اور عظیم قائدین میں شمار کرتے تھے-

اور عثمان جنہوں نے اسلام میں دو ہجرتیں فرمائیں- نیز پیغمبر کے داماد ذوالنورین تھے- قریش کے دو خاندانوں سے تعلق رکھنے والے تقدس مآب و باحشمت- وہ شخصیت جنہوں نے پیغمبر کے غریب صحابہ کی جماعت میں اپنی کثیر دولت کے ذریعے امور خیر میں مئوثر امداد فرمائی- جو لوگوں کی نظر میں پیغمبر کے قدیم صحابہ، عظیم المرتبت مہاجرین و رفقاء اور قریبی رشتہ داروں میں سے ایک تھے-

اور خالد بن ولید جنہوں نے دشمنان اسلام سے جہاد میں بارہا ایک ہیرو کی طرح داد شجاعت دی تھی- جنگ موتہ میں جبکہ وہ محض ایک عام سپاہی کی حیثیت سے شریک تھے، لڑتے لڑتے رومیوں کے سروں پر نو تلواریں توڑیں اور "سیف اللہ" کا لقب پایا-

اور عمرو بن عاص جو عرب کے چار مشہور نابغوں میں سے ایک تھے- جنہوں نے سالہا سال اہل اسلام سے وابستہ رہتے ہوئے شمالی سرحدوں کی جانب رومی شہنشاہیت پر اسلام کی ضرب کاری لگائی تھی-

اور سعد بن ابی وقاص، اسلام کی وہ پہلی شخصیت جس نے دشمن کے روبرو تیر اندازی کرتے ہوئے مسلمانوں کو دفاعی مرحلہ سے باہر نکالا اور دشمن پر جارحانہ حملہ کا اعلان کیا- جنہوں نے غزوہ احد میں تیروں کی تیز اور زبردست بوچھاڑ کے ذریعے پیغمبر کی جان کا اس وقت دفاع کیا جبکہ وہ سخت خطرہ میں تھی اور آپ یکہ و تنہا رہ گئے تھے- جس پر پیغمبر نے ان کی جانثاری کی تعریف فرمائی-

نیز دیگر بے شمار اصحاب جن کو مزید عظیم المرتبت انصار و مہاجرین، قائدین و سرداران اسلام و نزدیک ترین یاران و همگامان پیغمبر کی تائید و حمایت حاصل تھی-

سیدنا عثمانؓ کے ذوالھجر تین (دو ہجرتوں والا) ہونے کی تشریح کرتے ہوئے شریعتی لکھتے ہیں:-

"هجرت به حبشه و سپس هجرت به مدینه" -(٦)

ترجمہ: حبشہ کو ہجرت اور اس کے بعد مدینہ کو ہجرت-

سیدنا عثمانؓ کے ذوالنورین (دونوروں والا) ہونے کی تشریح کرتے ہوئے علی شریعتی لکھتے ہیں:-

"شوهر رقیه وسپس شوهر ام کلثوم دختران پیغمبر که در آغاز عروس ابولهب بودند- وپس از بعثت بدستور وی پسرانش آنها را طلاق گفتند' تاهم به پیغمبر اهانت کرده باشند' وهم او رادرفشار روحی و مالی قرار داده باشند-

وعثمان که جوانے ثروتمند بود' واز دو خانواده اشرافی (از پدر به بنی امیه و از مادر به بنی هاشم) رقیه را گرفت و با او حبشه هجرت کرد- در مدینه رقیه مرد' و سپس ام کلثوم را گرفت- لقب "ذوالنورین" از اینجا است- (۷)

ترجمہ:- پیغمبر کی بیٹیوں' رقیہ اور بعد ازاں ام کلثوم، کے شوہر- جو پہلے ابولہب کے بیٹوں کی منکوحہ تھیں اور بعثت کے بعد اس کے حکم پر اس کے بیٹوں نے انہیں طلاق دیدی تھی- تاکہ پیغمبر کی توہین کرسکیں اور انہیں ذہنی و مالی دباؤ میں بھی مبتلا کردیں-

عثمان نے جو کہ دولتمند جوان تھے' نیز دو معزز خاندانوں (باپ کی طرف سے بنو امیہ اور ماں کی طرف سے بنو ہاشم) سے تعلق رکھتے تھے' رقیہ سے شادی کرلی اور ان کے ہمراہ حبشہ کو ہجرت کرگئے- مدینہ جاکر رقیہ فوت ہوگئیں تو ان کے بعد ام کلثوم سے شادی کرلی-"ذوالنورین" کا لقب اس وجہ سے ہے-

ڈاکٹر علی شریعتی نے شیعی عقیدہ کے مطابق سیدنا علیؓ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ:-

"از اصل احقیت خویش در امر خلافت و غصب حق خویش چشم نپوشید-"(۸)

ترجمہ:- علی نے کبھی اس اصولی بات سے چشم پوشی نہیں کی تھی کہ خلافت (بلافصل) کے معاملہ میں ان کا حق زیادہ تھا، مگر انہیں ان کا حق نہیں دیا گیا-

مگر اس کے باوجود ان کی مدمقابل شخصیات کے فضائل کا بھی اعتراف فرمایا ہے- چنانچہ علی

شریعتی شہادت عمرؓ (یکم محرم ۲۴ھ) کے حوالہ سے رقمطراز ہیں:-

"در نہج البلاغہ کہ سید رضی شیعی' جمع کردہ و محمد عبدہ سنی تصحیح نمودہ' از عمر این چنیں یا دمی کند:-

للّٰہ بلاد فلان فقد قوم الأود' وداوی العمد' وأقام السنۃ' و خلف الفتنۃ' ذھب نقی الثوب' قلیل العیب' أصاب خیرھا' و سبق شرھا' أدی الی اللہ طاعتہ' واتقاہ بحقہ' رحل و ترکھم فی طرق متشعبۃ' لا یھتدی فیھا الضال' ولا یستیقن المھتدی-

بزرگواری' ادب انسانی' انصاف' اعتراف از ارزش ہای رقیب' ستائش از فضیلت ہای کسی کہ بقیصت ہای نیزدارد' عیب وہنر دیگری راگفتن' در آغاز خدمات و صفات مثبت کسی راگفتن ودر پایان از او باتعبیری عمیق' و در عین حال مؤدبانہ انتقاد کردن' درسی است کہ علی بہ انسانیت می آموزد' و بویژہ بہ ناقدان و قضاوت کنندگان دربارہ شخصیت ہا وحتی دربارہ مخالف-

آفرین بر (عمر) کجی را راست کرد' ودرد را درماں نمود' و سنت رسول را بر پا داشت' و فتنہ را پشت سرگزاشت' پاکدامن رفت' اندك عیب' خیر خلافت رابہ چنگ آورد' از شرش پیشی جست' طاعت خداوند را ادا کرد' و برحقش تقوی ورزید' رحلت کرد و خلق را درراہ ہای شعبہ رہا کرد آنچنانکہ گمراہ در آں راہ نمی یا بد و انسان در راہ استوار نمی ماند- (نہج البلاغہ: ترجمہ آقای فیض الاسلام، ص ۷۱۲، سخن ۲۱۹)"۔ (۹)

ترجمہ:۔ "نہج البلاغہ" میں جسے شیعہ سید رضی نے جمع فرمایا اور سنی محمد عبدہ نے تصحیح فرمائی' علی نے عمر کی وفات پر ان کا یوں تذکرہ فرمایا ہے:-

آپ (عمر) پر آفرین ہو- آپ نے ٹیڑھے پن کو درست کیا' درد کا درماں کیا' سنت رسولؐ کو قائم کیا' فتنہ کو پس پشت ڈال دیا- یوں رخصت ہوئے کہ دامن پاک' عیب کمیاب تھا- آپ نے خیر

خلافت کو حاصل کرلیا اور اس کے شر سے بالاتر رہے- اللہ کی اطاعت کی اور اس کا کما حقہ تقوی اختیار کیا- اب رحلت فرما گئے ہیں تو لوگوں کو متفرق راستوں پر چھوڑ گئے ہیں' جہاں راستہ گم کرنے والے کو راہ سجھائی نہیں دے رہی اور واقف راہ کو یقین کامل حاصل نہیں-

یہ ہے بزرگواری' ادب انسانی' انصاف' مدمقابل کی خوبیوں کا اعتراف' ایسی شخصیت کے فضائل کی مدح سرائی جس میں خامیاں بھی ہیں- کسی کے عیب وھنر پر گفتگو کرتے ہوئے ابتدا میں اس کی مثبت خدمات وصفات کا ذکر کرنا اور بعد میں باتعبیری عمیق اور مؤدبانہ انداز میں تنقید کرنا' یہ وہ درس وسبق ہے جو علی انسانیت کو اور بالخصوص ناقدین وانصاف کنندگان کو مختلف شخصیات حتی کہ مخالفین کے معاملہ میں بھی سکھلا رہے ہیں-

ڈاکٹر علی شریعتی بحثیت شیعہ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ کے مقابلے میں جناب علیؓ کو منصب امامت وخلافت کا اولیں منصوص ومعصوم حقدار قرار دیتے ہیں' مگر اس کے باوجود ایران کو سولہویں صدی کے آغاز میں پہلی بار شیعہ ریاست قرار دیکر صدیوں تک حکمران رہنے والے صفوی بادشاہوں کی شیعہ حکومتوں کے مقابلے میں سیدنا ابوبکرؓ وعمرؓ حتی کہ سیدنا عثمانؓ ومعاویہؓ کے طرز حکومت کو بھی بہتر و برتر قرار دیتے ہیں:-

"سلاطین صفوی و رژیم صفویه که حق ندارد از رژیم حکومت ابوبکر و عمر حتی عثمان و معاویه انتقاد کند"-(۱۰)

ترجمہ:- صفوی بادشاہوں اور حکومتوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ابوبکر وعمر حتی کہ عثمان ومعاویہ کے نظام حکومت پر بھی کوئی تنقید کریں-

دکتر علی شریعتی سب وشتم کی مذمت میں قرآن کا حوالہ دیتے ہوئے سیدنا علیؓ کے قول کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے بنو امیہ کو بھی سب وشتم کرنے سے منع فرمایا تھا:-

"قرآن صریحا به شخص پیغمبر دستورمی دهد که حتی مشرکان را دشنام مده: ولا تسبوا الذین یدعون من دون الله- (۱۰۸/۶) سوره انعام -۱۰۸

و قرآن ناطق نیز نفرت خود را از بد زبانی و فحاشی که نمایبنده روح زشت و پست دشنام دهنده است' نه دشنام گیرنده' رسماً بیان می کند- و از اینکه پیروان او فحاش باشند بیزار است:- إني أکرہ أن تکونوا سبابین (من ازاینکه شما فحاش باشید نفرت دارم) در جنگ با بنی امیه و درباره آنها می گوید"-(۱۱)

ترجمہ:۔قرآن نے ذات پیغمبر کو صراحت کے ساتھ حکم دیا ہے کہ مشرکوں کو بھی گالی مت دو:-

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللّٰه (۱۰۸/۶) سورہ انعام ۱۰۸۔

(اور جولوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں ان کو بھی سب وشتم مت کرو)-

اورقرآن ناطق (علیؓ) نے بذات خود بھی بدزبانی وفحش گوئی سے جو کہ گالی کھانے والے کے بجائے گالی دینے والے کی بری اور پست ذہنیت کی ترجمان ہے' باقاعدہ اپنی نفرت ظاہر فرمائی ہے-اور یہ بھی کہ وہ اس بات سے بیزار ہیں کہ ان کے پیروکار فحش گو بنیں:-

إني أکرہ أن تکونوا سبابین- (میں اس بات سے کہ تم فحش گو بنو' نفرت کرتا ہوں)۔اور وہ (علیؓ) یہ بات بنی امیہ سے جنگ کے حوالہ سے اور انہی (بنی امیہ) کے بارے میں فرما رہے ہیں-

دکتر علی شریعتی نے اپنی مختلف تصانیف وتقاریر میں صحابہ کرامؓ کے مناقب ومحاسن کے علی الاعلان اعتراف کے باوجود مختلف مقامات پر سیدنا علیؓ کی امامت وخلافت منصوصہ ومعصومہ نیز دیگر شیعی اثنا عشری افکار ومعتقدات کی تائید واثبات کرتے ہوئے وفات نبوی کے بعد صحابہ کرامؓ کے مختلف مواقف پر ایسی تنقیدات بھی کی ہیں جو سنی علماء ومحققین کے نقطہ نظر سے قابل نقد واحتساب ہیں (۱۲)

مگر اس سلسلہ میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ جس طرح کسی غیر مسلم مستشرق کی جانب سے اسلام وپیغمبرؐ اسلام کی مدح وستائش کا یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جا سکتا کہ وہ اپنے یہودی یا نصرانی عقیدہ سے دستبردار ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو چکا ہے' بالکل اسی طرح کسی غیر سنی اقلیتی فرقہ سے تعلق رکھنے والے مفکر ومحقق کی جانب سے امت مسلمہ کی سنی اکثریت کی کتب حدیث وفقہ وتفسیر نیز علم کلام وتاریخ وتصوف سے اقتباس واستفادہ اور مدح وستائش صحابہؓ کا ہرگز یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ

وہ اجماع امت اور علوم وعقائد اہل سنت سے شرعاً متفق ہو چکا ہے- اور اب قرآن وسنت، مذاہب اربعہ امامت وخلافت ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ، مقام صحابہ کرامؓ نیز قبول روایات حدیث وتفسیر ودیگر علوم دین از جملہ صحابہ کرامؓ واہل بیت عظامؓ کے سلسلہ میں لازماً سنی عقیدہ اور طرز فکر وعمل اختیار کرے گا- لہذا "خذما صفا و دع ما کدر" (جو صاف ہے وہ لے لو اور جو گدلا ہے اسے چھوڑ دو) کے اصول پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مثبت اقوال وافکار کی تعریف وتوصیف اور قابل نقد واحتساب اقوال وافکار سے اعلان برأت نیز ان کا مدلل رد وابطال ہی مناسب علمی ودینی طرز عمل قرار پاتا ہے-

چنانچہ اختلاف عقائد کے باوجود حتی الامکان افہام وتفہیم نیز پرامن بقائے باہم اور دشمنان ملک وملت کے مقابلے میں مکمل اتحاد کے اسی نقطہ نظر کی وضاحت کے لئے دکتر علی شریعتی کا درج ذیل بیان ملاحظہ ہو:-

" مقصودم از " وحدت" هماں طوریکه بارها گفته ام، وحدت صف مسلماناں شیعی وغیر شیعی در برابر امپریالزم و صهیونیسم است، نه که وحدت مذهب شیعه و مذهب سنت است۔ نه اینکه تشیع و تسنن باهم یکی شوند۔ اساساً آدمی که ایں حرف " وحدت تشیع و سنن" رامی زند، معلوم می شود که اصلاً هیچ چیز را نمی داند۔ نه از تشیع و تسنن خبردارد، نه از تاریخ، ونه از مذهب، ونه هم از مسائل علمی و عقلی۔"

هرگز هرگز نباید شیعه از مبانی اعتقادی خود صرف نظر کند"۔ (۱۳)

ترجمہ:- "وحدت" سے میری مراد، جیسا کہ میں نے کئی مرتبہ بیان کیا ہے، سامراجیت اور صہونیت کے مقابلہ میں شیعہ وغیر شیعہ مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد ہے، نہ کہ وحدت مذہب شیعہ و مذہب سنی۔ نہ ہی یہ مقصد ہے کہ " تشیع" اور " تسنن " باہم ایک ہو جائیں۔ بنیادی طور پر ہر وہ شخص جو کہ "وحدت تشیع وتسنن" کا نعرہ لگاتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ کسی بات کا علم نہیں رکھتا۔ نہ تو وہ " تشیع وتسنن " سے واقف ہے اور نہ ہی وہ تاریخ ومذہب نیز علمی وعقلی مسائل کی خبر رکھتا ہے۔

شیعوں کو ہرگز ہرگز اپنی اعتقادی بنیادوں کو نظرانداز نہیں کرنا چاہئے۔

ڈاکٹر علی شریعتی کے خصوصی حوالہ سے یہ امر بھی ہمیشہ ملحوظ خاطر رہنا چاہئے کہ انقلاب ایران (۱۹۷۹ء) سے پہلے ایرانی شاہنشاہیت اور صفوی تشیع کے انتہا پسند سیاسی و مذہبی پس منظر میں علی شریعتی (۱۹۳۳ء۔۱۹۷۷ء) ایک ایسی نمایاں و مئوثر ایرانی شخصیت ہیں' جنہوں نے جرأت و انصاف سے کام لیتے ہوئے نہ صرف مختلف محاسن و مناقب صحابہ کرامؓ کا کھلم کھلا اعتراف و اعلان فرمایا، بلکہ ساتھ ہی نقد رسومات تشیع صفوی اور تجدید فکر شیعی کے حوالہ سے لاکھوں جدید تعلیم یافتہ شیعان ایران کو اپنا حامی وہمنوا بنانے میں بھی عظیم الشان کامیابی حاصل فرمائی۔حتی کہ ان کے "حسینیہ ارشاد" میں سید مرتضی مطہری (۱۹۱۹۔۱۹۷۹ء) جیسے جلیل القدر شیعہ علماء بھی خطاب فرماتے رہے ہیں۔

علی شریعتی کے بارے میں امام خمینی کے تاثرات کیا ہیں؟ اس سلسلے میں حامد الگر اپنے ایک دوست کے حوالہ سے جو علی شریعتی کا مداح ہے' کہتے ہیں کہ میرے اس دوست نے امام خمینی سے دریافت کیا کہ کیا آپ کی رائے میں مرحوم ڈاکٹر شریعتی کا کام بھی عظیم اثرات کا حامل نہیں تھا؟

"Do you not think that work of the late Dr. Shariati also was of great effect? (14)

تو آیت اللہ خمینی نے جواب دیا:۔

"Dr Shariati's teachings aroused a certain discusion among the Ulama, but at the same time had a great effect upon leading back the younger intellectuals".(15)

ترجمہ:۔ ڈاکٹر شریعتی کی تعلیمات ایک خصوصی بحث مباحثہ کا باعث بنیں' مگر اس کے ساتھ ہی ذہین وفطین نوجوانوں کو دین کی طرف واپس لانے میں بھی عظیم اثرات کی حامل تھیں۔

امام خمینی نے مزید فرمایا:۔

"The followers of Dr. Shariati should go beyond what Dr. Shariati offered them, to investigae the traditional. In the same way the traditional Ulama should recognise that none of the Ulama said the last word on anything".(16)

ترجمہ:- ڈاکٹر شریعتی کے پیروکاروں کو روایتی علوم کی تحقیق کے سلسلہ میں ڈاکٹر شریعتی کے پیش کردہ افکار سے آگے بڑھنا چاہئے- اسی طرح روایت پرست علماء کو بھی یہ بات تسلیم کرنا چاہئے کہ کسی بھی معاملہ میں کسی عالم کا قول حرف آخر نہیں-

اس طرح امام خمینی نے علی شریعتی کی خدمات کے اعتراف کے ساتھ ساتھ ان کے پیروکاروں اور روایتی علماء کے مابین مزید افہام و تفہیم اور راہ اعتدال اپنانے کی ضرورت کا احساس دلایا ہے-

پاکستان کے نامور صحافی اور مصنف جناب محمد صلاح الدین (سابق مدیر روزنامہ "جسارت" کراچی وغیرہ) ڈاکٹر علی شریعتی کا مختصر مگر جامع الفاظ میں تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"انقلاب ایران کو فکری غذا مہیا کرنے والوں میں ڈاکٹر شریعتی کا مقام بہت اونچا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مغربی ممالک کی یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم ایرانی طلبہ کو اس انقلاب سے منسلک کرنے کی خدمت انہوں نے ہی انجام دی ہے- انہوں نے شاہ کے عہد میں قید و بند کی صعوبتیں اٹھائیں اور اس راہ میں اپنی جان کی قربانی دی- مغرب سے تخاطب' اس کے افکار و نظریات کے ابطال اور مغربی ماحول میں رہنے والے نوجوانوں سے اسلام کی حقانیت کا لوہا منوانے میں ان کے پرزور طرز استدلال اور دل نشین انداز تحریر نے عظیم کارنامہ انجام دیا ہے- ایران کی نوجوان اور اعلی تعلیم یافتہ نسل کے لئے وہ ہیرو کا مقام رکھتے ہیں- قم کے علماء بھی ان کی خدمات کے معترف اور ان کی فکر کی سلامتی کے مداح ہیں- ان میں اگر کوئی کمی تھی تو صرف یہ کہ وہ فقیہ نہیں تھے' دینی مدرسہ کے سند یافتہ نہ تھے اور جبہ و دستار کی ظاہری علامات سے خالی تھے- لیکن انقلاب ایران میں ان کا مقام متعین کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ صف اول میں نمایاں حیثیت کے حامل نظر آئیں گے- اور شہادت کے معاملہ میں بھی وہ "سابقون الاولون" میں شامل ہیں-"(۱۷)

تصانیف شریعتی

ڈاکٹر علی شریعتی کے مختصر احوال کے بعد ان کی تصانیف و مقالات اور مطبوعہ تقاریر و خطبات کی جو فہرست میسر آ سکی ہے، وہ من و عن درج ذیل ہے:-

لیست آثار معلم شهید دکتر علی شریعتی

۱۔ آیا مسلمانان پیش از کرستید کلمب امریکا را کشف کردند؟	تهران
۲۔ المجاهد الجزائر	پیرس، الجزائر
۳۔ آری این چنین بود برادر	حسینیه ارشاد (۲۱ رمضان ۵۰)
۴۔ سرمقاله های ایران آزاد (ارکان جبهه ملی)	پیرس
۵۔ انتظار مذهب اعتراض	حسینیه ارشاد (۵۰/۸/۱۸)
۶۔ از کجا آغاز کنیم؟	دانشگاه آریا مهر (۵۰/۹/۱)
۷۔ ابعاد فکری	دانش سرای عالی سپاه دانش (۱۳۵۰)
۸۔ امت و امامت در جامعه شناسی	حسینیه ارشاد (۱۱ تا ۱۴ فرور دین ۱۳۵۱)
۹۔ اجرای برنامه مسجد الجواد (تاریخ در اسلام)	تهران (۴۹/۱۲/۱۴)
۱۰۔ اسلام در امریکا	
۱۱۔ استحمار	مدرسه عالی دختران
۱۲۔ انقلاب در ارزش ها	دانشکده ادبیات، تهران
۱۳۔ انسان و تاریخ	دانشگاه فنی، تهران
۱۴۔ اگریستا نسیالزم	دانشگا ملی (زمستان ۵۰)

۱۵ـ استانداردهای ثابت در تعلیم و تربیت	دانش سرای عالی سپاهیان انقلاب
۱۶ـ اگر مارکس و باب نبودند	تهران (۵۵ـ۵۴)
۱۷ـ اخلاق	مشهد
۱۸ـ امام رضا	تهران
۱۹ـ انسانها و منابع انسانها	
۲۰ـ اقتصاد	تهران
۲۱ـ انسان و جهان	
۲۲ـ الأمة فی الإسلام	
۲۳ـ اشعار (قوی سپید، غریق راه، درکشور، شمع زندان)	
۲۴ـ اقبال	حسینیه ارشاد
۲۵ـ ماو اقبال	
۲۶ـ بیست وسیه سال فداکاری در راه مکتب	حسینیه ارشاد (۵۰/۷/۱۲)
۲۷ـ بازگشت به خویش	جند یشاه پور ـ اهواز
۲۸ـ بازگشت به خویشتن	فروردین ۵۵
۲۹ـ بازگشت به کدام خویشتن	
۳۰ـ بیعت و وصایت	کانون مهندسین، تهران
۳۱ـ بیان الادیان	
۳۲ـ استخراج و تصفیه منابع فرهنگی (انسان و اسلام)	دانش کده نفت
۳۳ـ ایمان در علم	دانش گاه مشهد، تالار رازی
۳۴ـ انسان دیروز و انسان امروز	دانش کده علوم، مشهد
۳۵ انسان بی خود	دانش کده ادبیات، تهران
۳۶ـ اوما نیسم در قصه خلقت آدم	دانش کده نفت
۳۷ـ انسان در تمدن جدید	
۳۸ـ اسلام شناسی	
۳۹ـ انسان و اسلام	ابادان

۴۰ـ ابوذر غفاری	مشهد
۴۱ـ ادبیات چیست؟ شعر چیست؟	
۴۲ـ انسان، اسلام و مکتب های مغرب زمین	دانشگاه مشهد (بین ۴۴ تا ۴۹)
۴۳ـ انقلاب شیعی سربداری	
۴۴ـ الیناسیون	
۴۵ـ از هجرت تا وفات (محمد خاتم پیغمبران)	
۴۶ـ بدبینی و خوشبینی، همراه نامه ای به استاد محمد تقی شریعتی	مجله آستان قدس (۱۳۴۰)
۴۷ـ پاسخ به سوالات (مربوط به دروس دانشگاه مشهد) (عمومی) و ارشاد	
۴۸ـ پیام (مجله)	نشریه دانشجویان دانشکده نفت، ابادان.
۴۹ـ پیروان علی ورنجهای شان	حسینیه ارشاد (۵۱/۸/۴)
۵۰ـ پیروزی در شکست	حسینیه ارشاد
۵۱ـ پیروزی پس از شکست	حسینیه ارشاد
۵۲ـ پس از پیغمبر	دانشکده ادبیات درس
۵۳ـ پس از شهادت	مسجد نارب (۵۰/۱۲/۷)
۵۴ـ پدر، مادر، مامتهیم	حسینیه ارشاد (۵۰/۸/۲۱)
۵۵ـ تولد دوباره اسلام	
۵۶ـ تامل در خویش	
۵۷ـ تاین بی و تاریخ	روزنامه ۱۳۳۶
۵۸ـ تشیع علوی و تشیع صفوی	حسینیه ارشاد (ابان ۵۰)
۵۹ـ تشیع سرخ	حسینیه ارشاد
۶۰ـ تاریخ قرون جدید	دانش گاه مشهد
۶۱ـ تاریخ کشور های مجاور (روسیه، عراق، ترکیه، پاکستان)	دانشکده ادبیات

۶۲- تاریخ ایران پس از اسلام	دانشکده ادبیات
۶۳- تاریخ علم	دانشکده علوم
۶۴- تاریخچه تکامل فلسفه	مشهد (۱۳۲۴)
۶۵- تاریخ ادیان، تاریخ فلسفه	نشریه پلی تکنیک
۶۶- توتم پرستی	تهران
۶۷- توحید، فلسفه، اخلاق	حسینیه ارشاد
۶۸- تاریخ و ارزش آن در اسلام	حسینیه ارشاد (۴۹/۵/۱۵)
۶۹- تمدن و تجدد	دبیرستان مهمتی، مشهد (۱۰ دیماه ۱۳۵۲)
۷۰- جامعه شناسی شرك	دانشکده ادبیات، تهران
۷۱- جهان بینی اسلام و انسان	نفت ابادان، یا اهواز
۷۲- جهان بینی توحید	
۷۳- جامعه شناسی مکتب و آثار البرکامو به عنوان شاگرد لوکوس	دانشکده ادبیات
۷۴- جهان در آستانه بعثت	دروس دانشکده
۷۵- چه باید کرد؟	حسینیه ارشاد
۷۶- چه نیازی به علی	حسینیه ارشاد (۵۰/۸/۱۷)
۷۷- چهار زندان انسان	مدرسه عالی علوم تربوی
۷۸- چگونه باید امروز زن روز بودا	
۷۹- حسین وارث آدم	حسینیه ارشاد (۱۳۴۹)
۸۰- حج	حسینیه ارشاد (مهر ۱۳۵۰)
۸۱- خدا درخانه یک کنیز	دانشگاه مشهد
۸۲- خراسان	سازمان جنب سیاحان جهانگردی (۱۳۴۵)
۸۳- خود سازی انقلابی	تهران (۱۳۵۵ خرداد)
۸۴- خدا حافظ شهر شهادت	مشهد (۱۳۵۱)
۸۵- درباره شهادت	تهران
۸۶- دین و سر گذشتش	دانشکده ادبیات

۸۷ـ دروس دانشگاه مشهد (تاریخ اسلام)	دانشگاه مشهد (۴۷ـ۴۶/۵۰ـ۴۵)
۸۸ـ دروس تاریخ ادیان	دانشکده ادبیات (۱/۲۱ تا ۵۰/۱۱/۱۵)
۸۹ـ دائرة المعارف شیعه	
۹۰ـ دروس اسلام شناسی	حسینیه ارشاد (از ۵۰/۱۱/۱۵)
۹۱ـ دروس تاریخ تمدن	دانش گاه مشهد
۹۲ـ دروس فلسفه و معارف اسلام	دانش گاه مشهد
۹۳ـ در نقد و ادب	مشهد (آبان ۱۳۴۲)
۹۴ـ درباره صهیونزم	فردوسی (۵۲/۹/۲۶)
۹۵ـ دیالکتیک پیدائش فرق در اسلام	مشهد
۹۶ـ راجع به شعر	
۹۷ـ روشنفکر و مسئولیت او در جامعه	تهران (۴۹/۵/۳۱،۳۰)
۹۸ـ ریشه های اقتصادی، طبقاتی رنسانس	مدرسه عالی بازرگانی
۹۹ـ رنسانس و تاریخ اروپا	دانشکده ادبیات، مشهد (۴۶ـ۱۳۴۵)
۱۰۰ـ از پایان قرون وسطی تا ۱۲۲۰	مشهد
۱۰۱ـ روح جدید علم	دانش گاه شریف
۱۰۲ـ روزنامه "خراسان" (مقاله دیساسی)	روزنامه "خراسان" مشهد
۱۰۳ـ رسالت روشنفکر برای ساختن جامعه	نفت
۱۰۴ـ رنج بودن	مشهد
۱۰۵ـ روش شناخت اسلام	حسینیه ارشاد (۳/ آبان ۴۷)
۱۰۶ـ زیباترین روح پر ستنده	حسینیه ارشاد (۵۱/۲/۲۲)
۱۰۷ـ زیر بنای توحید	تهران
۱۰۸ـ زندانهای نسان	
۱۰۹ـ سیمای محمد	حسینیه ارشاد -

۱۱۰ـ سوره روم (پیام امید به روشنفکران مسؤل)	حسینیه ارشاد (۵۱/۸/۵)
۱۱۱ـ سیانیتسم و پیدائش طبقه روشنفکر	دانش گاه مشهد
۱۱۲ـ سنگی از خلالی دوست	مجله فردوسی
۱۱۳ـ سوغات	
۱۱۴ـ سرسید احمد خان	تهران (۵۳ـ۵)
۱۱۵ـ سال پنجم انقلاب الجزائر	پیرس
۱۱۶ـ سلمان پاك	مشهد
۱۱۷ـ سیمینار (یام فاطمیه)	حسینیه ارشاد (۵۱/۴/۲۳ـ۵۱/۴/۲۲)
۱۱۸ـ سوسیولوژی Initiation	پیرس
۱۱۹ـ شیعه یک حزب تمام	حسینیه ارشاد
۱۲۰ـ شهادت	حسینیه ارشاد (نهم محرم ۱۳۹۲)
۱۲۱ـ علی مکتب وحدت، عدالت	حسینیه ارشاد (۵۰/۸/۱۲)
۱۲۲ـ ۲۳ سال مبارزه، ۲۵ سال سکوت، برای ۵ سال حکومت	
۱۲۳ـ علی حقیقتی به گوشه اساطیر	حسینیه ارشاد (۱۵ و ۴۷/۱۲/۱۶)
۱۲۴ـ علی تنها است	حسینیه ارشاد (۴۸/۹/۱۱)
۱۲۵ـ علی انسان تمام	حسینیه ارشاد (۴۸/۹/۲۱)
۱۲۶ـ علی بنیانگزار وحدت	حسینیه ارشاد (۵۰/۸/۱۹)
۱۲۷ـ علی یک روح در چند بعد	حسینیه ارشاد
۱۲۸ـ علی اگرمی گفت آری	حسینیه ارشاد
۱۲۹ـ علت تشیع ایرانیان	دانش گاه مشهد
۱۳۰ـ علل انحطاط مذاهب	دانش گاه ملی
۱۳۱ـ علم یا اسکو لاستیک جدید	دانشکده پزشکی، دانشگاه تهران
۱۳۲ـ فرهنگ و ایدئولوژی	دانش سرای عالی، تهران (ابان ۵۰)
۱۳۳ـ فلسفه تاریخ در اسلام	حسینیه ارشاد (۴۹/۲/۱)
۱۳۴ـ فاطمه فاطمه است	حسینیه ارشاد (۵۰/۴/۱۴)

۱۳۵ـ فلسفه نیایش — حسینیه ارشاد (۴۹/۱/۱۲)
۱۳۶ـ فلسفه تاریخ
۱۳۷ـ فضائل بلخ — پیرس (۱۹۶۲)
۱۳۸ـ قرآن و کامپیوتر — تهران
۱۳۹ـ قرن ما در جستجوی علی — حسینیه ارشاد (۵۱/۲/۳)
۱۴۰ـ قاسطین، مارقین، ناکثین — حسینیه ارشاد (۵۱/۸/۷)
۱۴۱ـ قرون جدید — دانش گاه مشهد
۱۴۲ـ کتاب — دانش گاه مشهد
۱۴۳ـ کتاب علی کتاب فردا کتاب همیشه — تهران
۱۴۴ـ کویر — شرکت انتشار
۱۴۵ـ کانفرنس دکتر واقای Gord با مقدمه پدر ستیف setif — کلیسای ززولیت های پیرس
۱۴۶ـ گفتگو علی باکیوز — زندان سیته، (۱۹۶۵)
۱۴۷ـ مسؤلیت شیعه بودن — حسینیه ارشاد (۵۰/۸/۱۵)
۱۴۸ـ متمدن و متجدد — حسینیه ارشاد (۴۸/۲/۱۹)
۱۴۹ـ میعاد با ابراهیم — مشهد، تالار رازی (۲۸ و ۴۸/۱۲/۲۹)
۱۵۰ـ مذهب علیه مذهب — حسینیه ارشاد (۴۹/۵/۲۳ـ۲۲)
۱۵۱ـ ماشین دراسارت ماشینیسم — پلی تیکنک (۵ شهریور ۱۳۵۰)
۱۵۲ـ مقدمه نمایش ابوذر — حسینیه ارشاد (مهر ۱۳۵۱)
۱۵۳ـ مقدمه سر حجر بن عدی — مشهد
۱۵۴ـ مرگ فرانتز فانون — پیرس (۱۹۶۲)
۱۵۵ـ مغضوبین زمین — مجله دانشجویان ایرانی پیرس (۱۹۶۱)
۱۵۶ـ مرگ هر لحظه در کمین است — تهران
۱۵۷ـ مقدمه بر کتاب "سرودجهشها" — شرکت انتشار
۱۵۸ـ مبانی مسؤلیت در انسان

۱۵۹ـ یک ماه پا با پای پیغمبر	حسینیه ارشاد (۱۳۵۰)
۱۶۰ـ مجموعه سخن رانی مکه	کاروان ارشاد (۱۳۴۸)
۱۶۱ـ مجموعه سخن رانی مکه	کاروان ارشاد (۱۳۴۹)
۱۶۲ـ مخروط فرهنگ شناسی	نفت ابادان
۱۶۳ـ میز گرد بحث و انتقاد	حسینیه ارشاد (۵۰/۹/۲۳)
۱۶۴ـ من فکر می کنم پس من هستم	مجله "فرهنگ" خراسان (۱۳۳۷)
۱۶۵ـ مکتب واسطه مکتب واسطه	کانون نشر حقائق اسلامی، مشهد (۱۳۳۴)
۱۶۶ـ منحنی زندگی حلاج	پیرس، مشهد
۱۶۷ـ رساله تحقیقی برای وزارت علوم	تهران
۱۶۸ـ نسل نو مسلمانان	حسینیه ارشاد (۴۷/۸/۳)
۱۶۹ـ نگاهی به تاریخ فردا	حسینیه ارشاد (۴۸/۷/۲۰)
۱۷۰ـ نقش انقلابی یاد و یاد آوران.	حسینیه ارشاد (۲۱ شهریور ۱۳۵۱)
۱۷۱ـ نیایش (انکسیس کارل)	مشهد
۱۷۲ـ نماز	تهران
۱۷۳ـ نمونه های عالی اخلاقی در اسلام است، نه در بحمدون	
۱۷۴ـ مقالات ـ نامه پارسی	پیرس (۱۹۶۲/۲)
۱۷۵ـ نامه ها	پیرس (۱۹۶۱)
۱۷۶ـ به خرسند	تهران
۱۷۷ـ سید ابراهیم سیلانی	تهران
۱۷۸ـ ارشاد	تهران
۱۷۹ـ فانون	پیرس
۱۸۰ـ پدر	تهران
۱۸۱ـ احسان	تهران
۱۸۲ـ پوران	پیرس و تهران

۱۸۳ـ یاد داشت فتوکپی (۲ صفحه تنظیم شده بوسیله دکتر)	
۱۸۴ـ یکبار دیگر ابوذر	حسینیه ارشاد (خرداد ۱۳۵۱)
۱۸۵ـ یادداشتهای پراگنده چاپ نشده	
۱۸۶ـ یک حلوش تابی نهایت صقر	حسینیه ارشاد
۱۸۷ـ هدفها (در زمینه چه باید کرد)	ارشاد
۱۸۸ـ هنر در انتظار موعود	دانش گاه مشهد (تالار رازی)
۱۸۹ـ هجرت و تمدن	حسینیه ارشاد
۱۹۰ـ اعلامیه های کنگره لوزان	لوزان (۱۹۶۲)
۱۹۱ـ به کجا تکیه کنیم؟	پیرس (۱۹۶۰/۲)
۱۹۲ـ بیعت	کانون مهندسین، تهران
۱۹۳ـ زندگی علی پس از مرگش	حسینیه ارشاد (۴۸)
۱۹۴ـ جزدو کوچک اصالت	
۱۹۵ـ شعر	تهران، منزل آقای همایون (شورای ۵۵)
۱۹۶ـ مقدمه برنمایش نامه دشمن مردم	تهران (۱۳۵۵)
۱۹۷ـ روشن فکران	حسینیه ارشاد
۱۹۸ـ سؤال و جواب	تهران
۱۹۹ـ نامه کاشف الغطاء	(خرداد ۵۰)
۲۰۰ـ مخروط جامعه شناسی فرهنگی	(پائیز ۵۲)
۲۰۱ـ انتظار عصر حاضر از زن مسلمان	تهران (بهار ۵۲)
۲۰۲ـ نیاز های انسان امروز	جندیشاه پور
۲۰۳ـ اید ئو لوژی	اهواز
۲۰۴ـ پاسخ به سوالات و انتقادات (میزگرد)	حسینیه ارشاد
۲۰۵ـ Disalienation des societes musulmanes. (از خود بیگانگی زدائی جامعه های مسلمان)	پیرس (۱۹۶۱/۲)

۲۰۶۔ Sociology d' initiation پیرس (۱۹۶۲)

۲۰۷۔ La'nge Solitaire پیرس (۱۹۶۰) ...... (۱۸)

خلاصہ کلام

تصانیف ومقالات شریعتی کی اس طویل فہرست سے دکتر علی شریعتی کے طرز فکر وتخاطب اور تبحر علمی کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے- تاہم اس حوالہ سے یہ پیش نظر رکھنا لازم ہے کہ شریعتی کی بہت سی کتب وتصانیف ان لیکچرز اور خطابات پر مشتمل ہیں جو انہوں نے مختلف اوقات میں "حسینیہ ارشاد" تہران نیز دیگر علمی ودینی مجالس واجتماعات میں ارشاد فرمائے- اوران کی اشاعت وطبع نو کا کام مختلف موانع کی بناء پر بالعموم متفرق ومتنوع انداز میں ہوا-لہذا اتمام تر احتیاط کے باوجود تصانیف شریعتی کی فہرست میں تکرار وترمیم واضافہ کا امکان ردنہیں کیا جاسکتا- نیز مختصر احوال شریعتی کے ہمراہ تصانیف و مقالات شریعتی کی اس طویل فہرست پر ایک نظر ڈالنے سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دکتر علی شریعتی بحیثیت مفکر ایران ومحقق تشیع عظیم المرتبت اور نادر المثال ہیں۔ نیز ان کی مختلف النوع تصانیف نے زبان واسلوب اور کیفیت وکمیت ہر ہر لحاظ سے جدید فارسی ادبیات میں بیش بہا اضافہ کیا ہے۔

وفی الجملہ:۔

دکتر علی شریعتی عالم و عارف، مفکر و مؤلف،
استاذ و باحث ، ادیب و شاعر، خطیب وقائد،
مجدد فکر شیعی، مبارز فکری و اجتماعی،
شہید ملت ایران و رائد اتحاد عالم اسلام بود۔

حواشی

۱- مذکورہ احوال شریعتی ماخوذ و مترجمہ از لیکچر پروفیسر حامد الگر (الجار) بحوالہ علی شریعتی، مطبوعہ در کتاب:

Islami Revolution in Iran

(Editted by:- Dr. Kaleem Siddiqui)

Muslim Institute, London, 1980.

۲- دکتر علی شریعتی: ما و اقبال، ص ۱٦، تہران، حسینیہ ارشاد۔

۳- اقتباس از لیکچر حامد الگر، مطبوعہ در کتاب:۔

Islamic Revolution in Iran

(Editted by:Dr. Kaleem Siddiqui)

Muslim Institute, London, 1980, P.46.

۴- دکتر علی شریعتی: فاطمہ فاطمہ است، ص ۹۸، تہران، سازمان انتشارات حسینیہ ارشاد، طبع دوم، تیر ماہ ۱۳۵٦۔

۵- دکتر علی شریعتی: فاطمہ فاطمہ است، ص ۱٦۷۔۱۷۷۔

٦- علی شریعتی: فاطمہ فاطمہ است، ص ۱۷۷، حاشیہ ۱۔

۷- علی شریعتی: فاطمہ فاطمہ است، ص ۱۷۷، حاشیہ ۲۔

۸- دکتر علی شریعتی: تشیع علوی و تشیع صفوی، ص ۸۵، دفتر تدوین و تنظیم مجموعہ آثار معلم شہید دکتر علی شریعتی، چاپ دوم۔

۹۔ دکتر علی شریعتی: تشیع علوی و تشیع صفوی، ص ۸۵۔۸٦۔

۱۰۔ دکتر علی شریعتی: تشیع علوی و تشیع صفوی، ص ۵۰۔

۱۱۔ دکتر علی شریعتی: تشیع علوی و تشع صفوی، ص ۴۹۔

۱۲۔ مثلاً ملاحظہ ہو جمل و صفین و نہروان کے تاریخی حوالوں سے تحریر شدہ علی شریعتی کی تصنیف:
قاسطین، مارقین، ناکثین، بعد۔

۱۳۔ قاسطین، مارقین، ناکثین، تہران، انتشارات قلم، چاپ دوم،
ابانماہ ۱۳۵۸، ص ۳۶۔

14. Hamid Algar: Islamic Revolution in Iran, P. 46.
(Editted by Dr. Kaleem Siddiqui)
Muslim Institute London, 1980.

15. Hamid Algar: Islamic Revolution in Iran, P 46.

16. Hamid Algar: Islamic Revolution in Iran, P. 46.

۱۷- محمد صلاح الدین: انقلاب ایران۔ کیا کھویا کیا پایا، ص ۱۳۳، مطبوعہ کراچی۔

۱۸۔ تصانیف علی شریعتی کی یہ فہرست بنیادی طور پر بعض مطبوعہ کتب شریعتی کے آخر میں درج فہرست سے منقول ہے۔ مقالات و کتب کے آگے درج شدہ مقام اور تاریخیں، مقام و سن اشاعت یا مقام و تاریخ خطبات کو ظاہر کرتی ہیں اور فہرست کتب کے ہمراہ یونہی درج ہیں۔ اس فہرست میں تکرار اور ترمیم و اضافہ کی گنجائش موجود ہے۔